

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی

دارالافتاء

مقتدی کیلئے ستری نمازوں میں

فاتحہ کے علاوہ قراءۃ کا حکم؟

جناب حافظ صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب ہیں۔ انہوں نے اپنے مقتدیوں کو ستری نمازوں میں یعنی ظہر عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے علاوہ قراءت سے منع کر رکھا ہے۔ اور وہ دلیل میں سنن النسائی کی روایت پیش کرتے ہیں۔ جو ان کے الفاظ میں درج ہے:

”بَابُ تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا لَمْ يَجْهَرْ“

”جس (نماز) میں جہر نہیں کیا گیا۔ اس میں امام کے پیچھے قرأت چھوڑ دینا“

”عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فَقَرَأَ رَجُلٌ خَلْفَهُ سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“

”عمران بن حصین سے روایت ہے، نبی کریم نے نماز پڑھائی ظہر کی پس پڑھا ایک شخص نے آپ کے پیچھے ”سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“

”قُلْنَا صَلَّى قَالَ مَنْ قَرَأَ سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى؟ قَالَ رَجُلٌ أَنَا إِقَالَ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ قَدْ خَالَجَنِيهَا“

”پس جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو فرمایا، ”کس نے پڑھا سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى؟“ کہا ایک آدمی نے کہ ”میں نے!“ آپ

نے فرمایا ”جان لیا ہے میں نے کہ تم میں سے بعض لوگ قرآن کو میرے ساتھ

خلط ملا کرتے ہیں۔“

”عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةَ الظُّهْرِ أَوْ الْعَصْرِ وَرَجُلٌ يَتَقَرَّأُ خَلْفَهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَتْ أَيْكُمُ قَرَأَ اسْمَهُ رَبِّكَ الْأَعْلَى قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ أَنَا وَلَمْ أَرِدْ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ“

”عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی۔ اور ایک شخص نے آپؐ کے پیچھے قرأت کی۔ پس جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے کس نے نبیؐ کا اسم ربک الاعلیٰ پڑھی ہے؟ ایک شخص نے قوم میں سے کہا: میں نے! اور میرا ارادہ اس سے (حصولِ خیر ہی کا تھا۔“

”فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَرَفْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ قَدْ خَالَجَ بَيْنَهُمَا“ (شافعی شریف محشی بہوجی ج ۱ ص ۱۱۹)

”پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ”میں نے معلوم کر لیا ہے کہ بعض تم میں سے مجھ سے قرآن میں جھگڑا ڈالنے والے ہیں۔“

”خَالَجَ بَيْنَهُمَا“ کی شرح قابلِ غور اور لائقِ مطالعہ ہے :

”ابوداؤد شریف میں یہ روایت ایک آدھ لفظ کے ہمیر پھیر سے دو سندوں سے مروی ہے۔ مسلم میں تین سندوں سے اور جزء القراءۃ للبخاری میں کم از کم ۱۰ سندوں سے مروی ہے۔ لہذا اس کی صحت میں شک نہیں ہونا چاہیے۔“

مزید توجہ طلب باتیں :

- ۱۔ صحابیؓ نے پوری سورۃ الاعلیٰ بلند آواز سے پڑھی تھی۔ یا صرف پہلی ایک آیت؟
- ۲۔ سورۃ الاعلیٰ بلند پڑھنے والے صحابی نے سورۃ فاتحہ کیسے پڑھی ہوگی؟
- ۳۔ جو صحابی سورۃ الاعلیٰ ضرور پڑھ رہا ہے۔ وہ سورۃ فاتحہ چھوڑ سکتا ہے؟
- ۴۔ پوری جماعت صحابہؓ میں سے ایک نے پڑھا تھا، باقیوں نے کیا کیا تھا؟

- ۵۔ صحابی نے جہراً پڑھنے کو ”لَمْ أَرِدْ بِهَا إِلَّا الْخَبِيرَ“ سے تعبیر کیا تھا یا قرآن کی قراءۃ کو؟
- ۶۔ عالم استغراق میں آپ احیاناً ایک آدھ آیت اپنی پڑھ لیا کرتے تھے، صحابی کو ایسا کرنے پر کیوں ٹوکا؟
- ۷۔ ”خَالَجْنِيهَا“ نفی کے لیے فرمایا یا اثبات کے لیے؟ (انکار کے لیے یا اقرار کے لیے؟)

(سائل محمد اقبال ————— قصور)

الجواب لعون الوهاب :

کتب احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا جو طریقہ صریحاً منقول ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ظہر و عصر کے فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ بھی قراءۃ فرماتے تھے۔

بلکہ صحیح مسلم میں ابوسعید خدریؓ کی روایت سے مفہوم ہے کہ گاہے بگاہے آپ ظہر کے فرضوں کی پچھلی دو رکعتوں میں بھی قراءت فرمایتے تھے۔ صحیح بخاری میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

”كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ سُورَةِ وَ يُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا“

(جلد اول ص ۱۸۱ باب القراءۃ فی العصر)

کہ ”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی ہر دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ اور اس کے ساتھ سورۃ (ملا کر) پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں بھی کوئی آیت سناتے تھے“

شبہ : اگر کوئی کہے کہ آپ کی قرأت تو بحیثیت امام کے تھی اور اس میں کسی کو کلام نہیں — اس وقت متنازع فیہ مسئلہ مقتدی کا ہے نہ کہ امام کا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث ”صَلُّوا كَمَا دَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي“ کے پیش نظر اجازتِ ہذا مقتدی کو بھی شامل ہے۔

پھر سن ابن ماجہ کی روایت میں مأموم کے جوازِ قرأت پر نص صریحاً موجود ہے،
پوری روایت بسند ملاحظہ فرمائیے:

”حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ
عَنْ مُسْهِرٍ عَنْ يَزِيدَ الْقَعْنَرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ كُنَّا نَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ نَحْلِفُ الْإِمَامَ فِي
الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ سُورَةِ ق فِي
الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (ابن ماجہ ص ۳۱)

کہ ”ہم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ اور
(اس کے ساتھ) سورۃ (ملک) پڑھتے تھے۔ جبکہ آخری دو رکعتوں میں
(صرف) فاتحہ الکتاب!“

باقی رہی سنن نسائی کی وہ روایت جس کا حوالہ مولوی صاحب دیکھ دیتے ہیں، تو امام
نوی نے شرح مسلم میں اس کا جواب یوں دیا ہے کہ آپؐ نے اس شخص کو مطلق
قرأت سے نہیں روکا تھا، بلکہ صرف آواز بلند کرنے سے منع فرمایا تھا۔ الفاظ یوں ہیں:

”مَعْنَى هَذَا الْكَلَامِ إِذَا نَكَارُ عَلَيْهِ وَالْإِنْكَارُ فِي جَهْلِهِ
أَوْ رَفَعَ صَوْتَهُ بِحَيْثُ أَسْمَعَ غَيْرَهُ لَا عَنْ أَصْلِ
الْقِرَاءَةِ بَلْ فِيهِ أَنْهُمْ كَانُوا يَقْرَأُونَ بِالسُّورَةِ فِي الصَّلَاةِ
النَّبَوِيَّةِ“ (جلد اول ص ۱۴۲)

یعنی ”اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ نے اس کو باواز بلند قراءت سے
روکا تھا۔ کیونکہ اس نے آواز دوسرے کو سنائی، نہ کہ اصلی قرأت سے
انکار مقصود ہے! — نفس حدیث میں تو یہ مسئلہ موجود ہے کہ
صحابہ کرامؓ سرری نماز میں سورۃ پڑھتے تھے۔“

صاحب التعلیقات السلفیہ (بھوجپانی) نے بھی فریادیں بات دھرائی
ہے کوئی نئی بات نہیں کہی۔

اسی بنا پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر صحیح مسلم کے حاشیہ میں
بایں الفاظ تبویب قائم کی ہے:

”بَابُ نَهْيِ الْمَأْمُومِ عَنْ جُمْهُرِهِ بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ إِمَامِهِ“

یعنی ”مأموم کے لیے امام کے پیچھے جمہری قراءت کرنا منع ہے“

اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں یوں باب باندھا ہے :

”بَابُ مَنْ دَامَى الْقِرَاءَةَ إِذَا لَمْ يَجْمَعْ“

لہذا حدیث مذکور کے الفاظ کے پیش نظر امام نسائی کی تبویب کی بجائے ابو داؤد

اور امام نووی کی تبویبیں درست اور موقوف کے اظہار کے لیے ہیں جب کہ امام نسائی

کی تبویب سے ان لوگوں کے استدلال کی طرف اشارہ ہے جو اس حدیث سے مقتدی

کے لیے قراءۃ کے قائل نہیں۔ امام نسائی و ترمذی وغیرہ کی یہ عام عادت ہے کہ اپنی

تبویب سے دوسروں کے استدلال کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ خود

ان کا اپنا موقف بھی وہی ہو۔ چنانچہ حدیث ہذا کے اخیر میں امام ابو داؤد فرماتے ہیں :

”وَقَالَ ابْنُ كَثِيرٍ فِي حَدِيثِهِ قَالَ قُلْتُ لِقَتَادَةَ كَأَنَّهُ كَرِهَهُ“

قَالَ لَوْ كَرِهَهُ تَهْلَى عَنْهُ“

”محمد ابن کثیر اپنی حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ شعبہ نے کہا، ”میں نے

ققادہ سے دریافت کیا، معلوم یوں ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس شخص کا آپ کے پیچھے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى پڑھنا

مکروہ جانا“ تو ققادہ نے جواب دیا، ”اگر آپ نے اس فعل کو مکروہ جانا

ہوتا تو فعل قراءت سے منع فرما دیتے!“

عون العباد میں ہے :

”قَدْ كَلَّ عَلَى عَدَمِ الْكَرَاهَةِ“

یعنی ”اس حدیث سے دلیل ملتی ہے کہ امام کے پیچھے قراءۃ کرنی مکروہ

نہیں۔“ (جلد اول ص ۱۳۰)

نیز موطا امام مالکؒ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق مذکور ہے

کہ وہ برتری نمازوں کی چاروں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملایا کرتے تھے۔

امام محمدؒ کی روایت میں صراحت موجود ہے کہ ان کا یہ عمل ظہر اور عصر کے فرضوں

میں تھا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : مرآۃ المفاتیح جلد اول ص ۶۰

نیر محدث شام علامہ ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب ”صِفَةُ صَلَوةِ النَّبِيِّ“ میں بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

”وَجُوبُ الْقِرَاءَةِ فِي التَّسْبِيحِ“

یعنی ہر نماز میں قرات واجب ہے۔

پھر اس کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو ہر نماز میں قرات پر برقرار رکھا ہے۔

بایں ہمہ آپ نے ان پر صرف قرات میں حاصل تشویش کا انکار کیا۔ یہ اس وقت کا قصہ ہے جب کہ آپ نے صحابہؓ کو ظہر کی نماز پڑھائی تو فرمایا:

”أَيُّكُمْ قَرَأَ تَسْبِيحَ اسْمِ رَبِّكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ؟“

”تم میں سے کس نے ”تسبیح اسم ربک العالی“ پڑھا ہے؟“

ایک آدمی نے کہا ”میں نے! — اور میرا مقصود اس سے بغیر کے سوا کچھ نہیں تھا“ آپ نے فرمایا، ”مجھے احساس ہو رہا تھا کہ ایک شخص نے مجھ پر قرات خلط ملط کر دی ہے۔“

ایک دوسری روایت (جو جز القرآن بخاری، مسند احمد اور السراج میں بسند حسن مروی ہے) میں ہے کہ:

صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں قرات با واز بند کرتے تھے، تو آپ نے فرمایا:

”خَلَطْتُمْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ“

”تم نے مجھ پر قرآن کو خلط ملط کر دیا ہے۔“

پھر محدث موصوف صفحہ ۹۶ کے حاشیہ پر قسط ازہیں کہ ہر نماز میں قرات خلف الامام کی مشروعیت کے قائل قدیم قول کے مطابق امام شافعی ہیں اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد سے بھی ایک قول اسی کے موافق ہے۔ ملا علی قاری اور بعض حنفی شیوخ نے بھی اس مسلک کو پسند کیا ہے۔ اور یہی قول امام زہری، مالک، ابن المبارک، احمد بن حنبل اور محدثین کی ایک جماعت وغیرہ کا ہے (رحمہم اللہ تعالیٰ) اب آپ سوالات کا جواب بالترتیب ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ لفظ ”خَالَجْنِيهَا“ سے ظاہر ہے کہ اس نے سورۃ کا کچھ حصہ بلند آواز سے پڑھا ہوگا۔ امام خطابی ”معالم السنن“ میں فرماتے ہیں:

”وَأَتَمَّا أَنْكَرَ عَلَيْهِ مُجَادَّةَ آيَاهُ فِي قِرَاءَةِ السُّورَةِ حِينَ تَدَاخَلَتِ الْقِرَاءَتَانِ“

(۲) جہاں تک سورۃ فاتحہ کا تعلق ہے، اس کے بارے میں امام خطابی فرماتے ہیں:

”فَأَمَّا قِرَاءَةُ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ مَأْمُورٌ بِهَا عَلَى كُلِّ حَالٍ إِنْ أَمَكَّنَهُ أَنْ يَقْرَأَ فِي السَّكْتَةِ فَعَلَّ وَإِلَّا فَتَرْتِيبًا لِمَحَالَةٍ“

کہ ”جہاں تک سورۃ الفاتحہ کا تعلق ہے، تو وہ ہر حال میں اس کے پڑھنے کا پابند ہے۔ اگر ممکن ہو تو خاموشی کے وقفہ میں پڑھے ورنہ ساتھ ساتھ“ (۳) سورۃ الفاتحہ نہیں چھوڑ سکتا۔

(۴) ظاہر ہے کہ باقی صحابہ کرامؓ نے سورت ستری پڑھی ہوگی۔ اس لیے تنبیہ کی ضرورت صرف اس ایک کو سمجھی گئی، جس نے ستری کی مخالفت کی۔

(۵) ممکن ہے صحابی کی مراد دونوں ہوں۔ جہر میں چونکہ آپؐ کی سنت کی مخالفت تھی اس لیے اس سے منع فرمادیا۔

(۶) آپؐ ایک آدھ آیت اپنی سنانے تھے۔ لیکن اس نے زیادہ قراءت کی ہوگی

نیز آپؐ کی اپنی قراءت کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہو سکتا ہے کہ بتری نمازوں میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ دیگر سورتوں کی قراءت بھی مشروع ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی قراءت جہر آئے فائدہ نہ تھی۔ جب کہ مقتدی کی قراءت جہر اخلل کا باعث ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں جب امام سورۃ فاتحہ کے سوا کوئی سورۃ

جہر پڑھے گا، تو مقتدی اسے خاموشی سے سنیں گے۔ مگر جب مقتدی ایسا کرے گا، تو امام خاموش نہ ہوگا۔ لہذا اختلاط واقع ہوگا۔

(۷) ”خَالَجْنِيهَا“ سے مقصود جہر ہے، انکار ہے۔

• خط و کتابت کرنے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں — شکریہ!